☆ محمد کامران

کلام غالب کے انگریزی تراجم

ترجمہ بنیادی طور پر دو زبانوں یا دو تہذیبوں میں قربت پیدا کرنے کا فنی وسیلہ ہوتا ہے۔اس اعتبار سے مترجم کو ایک سفارت کار کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

ترجمہ کا فن بڑا دشوار اور پیچیدہ ہے' مترجم کے لئے اپنی زبان کے علاوہ زبان غیر کی باریکیوں اور نزاکتوں سے آگہی کے ساتھ ساتھ اس تخلیقی شعور سے بہرہ ور ہونا بھی ضروری ہے جس کے نتیجہ میں اعلیٰ فن پارے وجود میں آتے ہیں۔

ترجمہ کی دو صورتیں ہوتی ہیں' پہلی صورت میں مترجم کسی دوسری زبان کے ادب کو اپنی زبان میں منتقل کرتا ہے اور دوسری صورت میں اپنی زبان کے ادب کو کسی غیر ملکی زبان میں ڈھال کر اجنبی دیاروں اور دور افتادہ شبستانوں تک اپنی تہذیب و معاشرت کی روشنی پہنچاتا ہے' یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک کلچر کے مخصوص طرز احساس کو دوسرے کلچر کے طرز احساس میں ڈھالا جا سکتا ہے ؟ اس حوالہ سے ایک امر پر کم و بیش سبھی نقاد متفق ہیں کہ ادب عالیہ خاص طور پر شاعری کا ترجمہ انتہائی دشوار گزار مرحلہ ہے۔اس حوالہ سے ایک مکتبہ فکر کا خیال ہے کہ شعر کا ترجمہ شعر میں ہی ہونا چاہئے تاکہ ترجمہ کا مطالعہ کرتے ہوئے قاری اس سحر' تاثیر اور داخلی آہنگ سے محظوظ ہو سکے جو اصل کلام کا طرہ امتیاز ہے۔ جبکہ دوسرے گروہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ شعر کا ترجمہ نثر میں ہونا چاہئے کیونکہ شاعری' ترجمہ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔والٹیر نے اس حوالہ سے کہا تھا:

"It is impossible to translate poetry:
Can you translate music."(1)

☆ لیکچرار شعبہ اردو اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی' لاہور

مجموعی طور پر ترجمہ کے فن کے حوالہ سے کہا جاسکتا ہے کہ ترجمہ بہت حد تک نفی ذات کے عمل سے عبارت ہے' اور کامیاب ترجمہ نہ صرف مترجم کی داخلی ضرورت بن کر وجود میں آتا ہے بلکہ ممکنہ حد تک اصل متن کی ترجمانی کرتا ہے۔

بیسویں صدی عیسوی میں کلاسیکی اردو شاعری کو انگریزی دان طبقہ اور اہل مغرب سے متعارف کرانے کیلئے بہت سی قابل قدر کوششیں کی گئیں۔اس طرح نہ صرف کلاسیکی اردو شاعروں کو بدلتے ہوئے عصری شعور کے تناظر میں پرکھنے اور سمجھنے کا نیا امکان سامنے آیا بلکہ برعظیم کی تہذیبی زندگی کی رنگارنگی اور دلکشی کو اظہار و ابلاغ کا ایک مؤثر وسیلہ بھی میسر آیا۔

بیسویں صدی' اس اعتبار سے مرزا غالب کی صدی قرار دی جاتی ہے کہ اس میں غالب کے گنجینہ معنی کی طلسم کشائی کرتے ہوئے اس کے فن اور فکر میں چھپی دائمی اور اعلیٰ قدروں کا ادراک حاصل کیا گیا اور مروجہ علوم کے دائرہ میں وسعت کے پیش نظر کلام غالب کی قدر کے تعین کے لئے جہاں نئے سانچوں کی ضرورت محسوس کی گئی' وہاں غالب کی فکر کے آفاقی پہلوؤں کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کرانے کیلئے مختلف سطحوں پر قابل قدر کوششیں کی گئیں۔کلاسیکی شاعروں میں غالب کے کلام کے انگریزی تراجم پر سب سے زیادہ توجہ دی گئی۔

بیسویں صدی میں غالب کے کلام کا انگریزی میں ترجمہ کرنے والوں میں مولانا محمد علی جوہر' پروفیسر ایم مجیب' اے کیو نیاز' جے ایل کول (J.L. Kaul) داؤد کمال' صوفیہ سعد اللہ' داؤد رہبر' عبداللہ انور بیگ' یوسف حسین' پروفیسر احمد علی' ڈاکٹر محمد صادق' ڈاکٹر سید ریاض احمد' خواجہ طارق محمود' یون کے ورما' این میری شمل اور رالف رسل' وغیرہ نمایاں ہیں' ان کے علاوہ پروفیسر اعجاز احمد نے غالب کی ۳۷ غزلوں کے لفظی تراجم سات امریکی شاعروں کو فراہم کر کے ان سے نظمیں لکھوانے کا تجربہ کیا۔

محولہ بالا مترجمین میں سے بیشتر نے کلام غالب کا ترجمہ کرتے ہوئے نثری اسلوب اپنایا ہے یا پھر مترجم کے بجائے شارح بننے کی کوشش کی ہے۔اس لئے کلام غالب کے تراجم کے تقابلی مطالعہ سے جہاں مختلف مترجمین کی کاوشوں کے معیار کے تعین میں آسانی ہو گی وہاں غالب کے مجموعی تراجم کی روایت پر روشنی ڈالنا بھی ممکن ہو گا۔

غالب کی مشکل پسندی اور اشعار میں پائی جانے والے تہہ داری اور معنوی گہرائی کا ترجمہ کرتے ہوئے ایک مترجم کے لئے جہاں زبان وبیان پر قدرت اور پختہ تنقیدی شعور کا ہونا ضروری ہے وہاں ایک صنف کی حیثیت سے غزل کی تہذیبی معنویت اور رموز وعلائم کا اوشناس ہونا ناگزیر ہے۔

غالب کی فکری عظمت کے پیش نظر بہت سے شارحین اور مترجمین نے غالب کے اشعار کو اپنے اپنے زاویہ نظر سے دیکھنے کی کوشش کی ہے۔مثلاً غالب کا ایک معروف شعر ہے۔

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا(۲)

پروفیسر احمد علی نے اس کا ترجمہ کچھ یوں کیا ہے:

"The Joy of every drop
Is to merge into the sea
when pain exceeds all bounds
It becomes its remedy."(3)

یوسف حسین نے مذکورہ شعر کا ترجمہ اس طرح کیا ہے

"To be annihilated in the sea
Is the delight of every drop
When pain exceeds the limit
It becomes its own remedy."(4)

این میری شمل نے مذکورہ شعر کے مصرع ثانی کا ترجمہ کیا ہے۔

"When pain surpasses its limit, it
becomes a remedy (in itself)". (5)

امریکی شاعر Thomas Fitzsimmons کا ترجمہ:

"Waterbead ecstasy: dying in a stream;
Too strong a pain brings its own balm."(6)

امریکی شاعر W.S. Merwin کا ترجمہ:

"The drop dies in the river of its joy

Pain goes so far it cures itself." (7)

مذکورہ بالا شعر، غالب کے متصوفانہ انداز فکر کی عکاسی کرتا ہے، غالب اگرچہ صوفی شاعر نہیں تھے، مگر ان کے ہاں "تصوف برائے شعر گفتن خوب است" والا معاملہ بھی نہیں تھا۔اس لئے احمد علی نے "فنا" کے لئے Merge کا لفظ استعمال کیا، گویا قطرے کا دریا میں ادغام اس کا اختتام نہیں دوام ہے، لیکن یوسف حسین نے "فنا" کا متبادل

anihilated پیش کیا ہے، جو لغوی اعتبار سے تو موزوں ہے مگر غالب کی انفرادیت پرست شخصیت کے پیش نظر Merge کا استعمال زیادہ موزوں محسوس ہوتا ہے۔اسی طرح احمد علی نے "عشرت" کا سادہ مفہوم Joy استعمال کیا ہے۔یوسف حسین نے Delight اور Thomas Fitz-rimmons نے Ecstasy کا لفظ استعمال کیا ہے۔

امریکی شاعروں نے غالب کے اشعار کا ترجمہ کرتے ہوئے نہ تو تصوف کی روایت کو پیش نظر رکھا ہی اور نہ ہی غالب کی شخصیت اور بر عظیم کے اجتماعی طرز احساس کو اہمیت دی ہے، اس لئے مجموعی طور پر ان کے تراجم کی حیثیت "منی پلانٹ" یا بے جڑ کے نمائشی پودے کی سی ہے اسی طرح غالب کے مندرجہ ذیل شعر نے نہ صرف اردو کے نقادوں اور شارحین کو آزمایا ہے بلکہ بیشتر مترجمین نے بھی اپنے اپنے زاویہ نظر سے طبع آزمائی کی ہے۔

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی

ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا (۸)

محمد صادق کا ترجمہ:

"Even in may plans of construction there is implicit an element of disintegration; The warm blood in the veins of farmer is itself the bolt that is hurled on the harvest of his life." (9)

عبداللہ انور بیگ کا ترجمہ:

"In my structure there lies concealed a phase of ruin; The heyula of the lightning of the harvest is the hot blood of peasant." (10)

احمد علی کا ترجمہ:

"In my construction lies
Concealed a form of ruin;
The lightnings flash that strikes
The grain-filled granary
Is the burning blood
Of the peasantry."

یوسف حسین کا ترجمہ:

"In the very texture of my being
Annihilation lies hidden;

The lightning which burns down the harvest barn In the farmer;s warm blood is inherent."(12)

این میری شمل کا ترجمہ:

"The first principle (Hayula) of the lightning which destroys the harvest is the hot blood of husbandman."(13)

مذکورہ شعر کے حوالہ سے محمد صادق' عبداللہ انور بیگ اور این میری شمل کا ترجمہ اپنے نثری اسلوب کے حوالہ سے شرح کا انداز لئے ہوئے ہے- مگر احمد علی اور یوسف حسین کے تراجم اس اعتبار سے اہمیت کا احساس دلاتے ہیں کہ اصل مفہوم کے قریب رہتے ہوئے شاعرانہ طرز احساس اور نغمگی کا تاثر برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے- مذکورہ شعر کے مصرع ثانی میں "ہیولی" کے لفظ میں جو رمزیت اور تہہ داری ہے' اس کے حوالہ سے مذکورہ تراجم کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ احساس دامن گیر رہتا ہے کہ

ع حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا' خاص طور پر عبداللہ انور بیگ نے "ہیولی" کا انگریزی متبادل تلاش کرنے کے بجائے heyula کا لفظ ہی استعمال کیا ہے' جبکہ این میری شمل نے بھی اس حوالہ سے قوسین میں اپنے عجز کا اظہار کیا ہے۔

اسی طرح مندرجہ ذیل شعر نسبتاً سہل نظر آنے کے باوجود مختلف مترجمین کی انفرادی کاوشوں کا عکس پیش کرتا ہے۔

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا (۱۴)

عبداللہ انور بیگ نے مذکورہ شعر کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"Whereas it is difficult for every task to be easy, Even man is not able to be man, (Alas!)." (15)

احمد علی کا ترجمہ:

"It is not easy to achieve a thing
Without sustained effort;
It is not even possible for man
To become man." (16)

یوسف حسین کا ترجمہ:

"It is most difficult
For every task to be easy
Often it is not feasible
For man even to be Human."(17)

رالف رسل کا ترجمہ:

"How difficult an easy task can prove to be!
Even a man does not attain humanity." (18)

ایڈرین رچ کا ترجمہ:

"Nothing comes very easy to you, human creature least of all the skill to live humanity." (19)

مذکورہ بالا مترجمین نے غالب کے کلام کو انگریزی میں ڈھالنے کیلئے جو کاوشیں کی ہیں' ان کے مختصر تجزیہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اگرچہ یہ تراجم اس شکوہ' گنجینہ معنی کے طلسم اور تہذیبی شعور کی ارفع سطحوں کو اپنی گرفت میں نہیں لیتے جو غالب کی شاعری کی شناخت کے بنیادی حوالے ہیں لیکن مغرب اور انگریزی دان طبقہ میں غالب کے تراجم کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ غالب کے شارحین اور مترجمین کی کوششیں رائیگاں نہیں گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی

1. Voltaire. Letter to Mmede Deffand. May 19, 1954, Quoted from: Dictionary of Quotation. New York: Avenel Books, 1978. p. 703-704

۲. غالب، اسداللہ، دیوان غالب (نسخہ عرشی) لاہور مجلس ترقی ادب-۱۹۹۲ء ص ۱۸۱

3. Ahmed Ali The Golden Tradition. New York & London: Columbia University Press, 1973. p.230.

4. Yousaf Husaain. (Tr) Urdu Ghazals of Ghalib. New Delhi: Ghalib Institute. 1977 p. 58

5. Schimmel, Annemarie. A Dance of Sparks. New Delhi: Vikas Publishing, 1979. 9.35

6. Fitzsimmons, Thomas. Ghazals of Ghalib. (Ed.by) Aijaz Ahmed. Delhi: Oxford University Press, 1994. p.25

7. Merwin, M.S. Ghazals of Ghalib. Ibid. p.26

۸. غالب، اسداللہ محولہ بالا ص ۱۸۲-

9. Muhammad Sadiq. A History of Urdu Literature. Lahore: Al-Biruni, 1977. p. 191

10. Abdullah Anwar Beg. The Life and Odes of Ghalib. Lahore: Urdu Academy, 1940. p. 93

11. Ahmed Ali. The Golden Tradition. p. 229

12 Yousaf Hussain. Urdu Ghazals of Ghalib. p. 60

13. Schimmel, Annemarie. A Dance of Sparks. p.74

۱۴۔ غالب، اسداللہ، محولہ بالا ص ۱۷۲۔

15. Abdullah Anwar Beg. The Lifes and odes of Gha lib. p. 97

16. Ahmed Ali. The Golden Tradition. p. 233

17. Yousaf Hussain. Urdu Ghazals of Ghalib. p. 45

18. Russel, Ralph. The Pursuits of Urdu Literature. London & New Jersey : Zed Books, 1992. p. 72

19. Rich, Adriene. Ghazals of Ghalib. p. 11

☆☆☆☆☆☆☆